جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب ۔ لاہور

معدن المعانی کی تاریخی

اور

دینی اہمیت

مخدوم شرف الدین بن شیخ یحییٰ منیریؒ کا شمار ان مشاہیر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جنہوں نے برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ و ثقافت میں اپنی سیرت و کردار کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں ۔

مخدوم صاحب کے مریدوں نے ان کے ملفوظات کے متعدد مجموعے مرتب کئے ہیں ۔ اس وقت ان کے ملفوظات کا مجموعہ معدن المعانی مرتبہ زین بدر عربی میرے پیش نظر ہے یہ کتاب مطبع اشرف الاخبار بہار شریف میں ۱۸۸۴ء میں چھپی تھی لیکن اب اس کے مطبوعہ نسخے کمیاب ہوگئے ہیں ۔

گذشتہ سال بھارت کے سفر میں خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور (پٹنہ) میں اس دُرِّ نایاب کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ۔ اب میں اس کتاب کا حاصل مطالعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ۔

صاحب ملفوظات | صاحب ملفوظات کا اصل نام احمد تھا لیکن علمی و دینی حلقوں میں ان کی شہرت اپنے لقب مخدوم شرف الدین سے ہے ۔ ان کے والد بزرگوار شیخ یحییٰ منیر کے رہنے والے تھے ۔

مخدوم صاحب کا شجرۂ نسب آنحضرتؐ کے تایا اور کفیل زبیر بن عبد المطلب سے جا ملتا ہے[۱] ۔ ان کے پردادا مولانا محمد تاج فقیہہ الخلیل[۲] (فلسطین) سے ترک سکونت کر منیر آ بسے ۔ ان کی سعی و کاوش سے اس علاقے

---

[۱] ابوالحسن علی ندوی ۔ تاریخ دعوت و عزیمت مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۳ء ج ۳ صفحہ ۱۷۳

[۲] الخلیل کو حبرون بھی کہتے ہیں ۔ پہلے یہ اردن میں تھا ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے اس پر قبضہ کر لیا ۔ الخلیل میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے مزارات ہیں ۔

میں اسلام کی بہت اشاعت ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد مولانا محمد تاج فقیہ اپنے اہل خانہ کو منیر چھوڑ کر اپنے آبائی وطن کی طرف لوٹ گئے۔

مخدوم صاحب کے نانا حضرت شہاب الدین جگجوتؒ کاشغر کی سکونت ترک کرکے بہار چلے آئے اور پٹنہ کے قریب جیٹھلی میں مقیم ہوگئے۔ ان کے دو نواسوں، مخدوم شرف الدین اور شیخ احمد چرم پوش نے دینی اور روحانی حلقوں میں بڑا نام پایا ہے۔

مخدوم شرف الدین ۶۶۰ھ ۱۲۶۳ء میں شعبان کے آخری جمعہ منیر میں پیدا ہوئے۔[۱] ان کی ابتدائی تعلیم منیر میں ہوئی۔ اور یہیں انہوں نے متوسطات تک نصابی کتب کا مطالعہ کیا۔

ایک بار برعظیم پاک وہند کے نامور عالم شرف الدین ابو توامہ دہلی سے سنار گاؤں جاتے ہوئے منیر سے گذرے۔ مخدوم صاحب ان کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے والد سے اجازت لے کر اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر ان کے ساتھ سنار گاؤں چلے گئے۔[۲]

مولانا شرف الدین ابو توامہ کی نگرانی میں انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ استاد نے ان کی استعداد اور خاندانی شرافت دیکھ کر اپنی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔ سنار گاؤں میں قیام کے دوران میں ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ذکی الدین تجویز ہوا۔

مخدوم صاحب اپنے والد کی علالت کے پیش نظر منیر واپس آئے اور ۱۱ شعبان ۶۹۰ھ ۱۲۹۱ء کو شیخ یحییٰ فوت ہوگئے۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد انہوں نے اپنا بیٹا اپنی والدہ ماجدہ کے حوالے کرتے ہوئے عرض کیا کہ وہ اسے ان کا بدل سمجھیں اور یہ سمجھ لیں کہ شرف الدین فوت ہوگیا ہے۔

والدہ سے اجازت اور دعائیں لے کر مخدوم صاحب دہلی روانہ ہوگئے۔ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیا اور پانی پت میں شرف الدین بو علی قلندر سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ لیکن وہ جیسا مرشد چاہتے تھے، ویسا نہ ملا۔ ایک دن مخدوم صاحب اپنے بھائی کے اصرار پر حضرت نجیب الدین فردوسی کی زیارت کو گئے۔[۳] ان کی قیام گاہ کے قریب جاتے ہی ان کے پسینے چھوٹ گئے۔ اور انہیں اس بات کا احساس ہوگیا کہ انہیں جس مرشد کی مدت سے تلاش تھی وہ مل گیا ہے۔

مخدوم صاحب نے حضرت نجیب الدین فردوسی کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ اور مرشد نے انہیں

---

[۱] شیخ محمد اکرم نے آب کوثر میں ان کی تاریخ ولادت ۵ رجولائی ۱۲۶۳ء لکھی ہے۔ [۲] شیخ محمد اکرم، آب کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۴۹۹ [۳] حضرت نجیب الدین فردوسی مہرولی میں فردوسیہ پہاڑی پر دفن ہیں۔

اجازت نامہ دے کر بہار کی طرف رخصت کیا۔ حضرت نے چلتے وقت انہیں وصیت کی کہ اگر وہ راستے میں کوئی خبر سنیں تو واپس نہ لوٹیں۔ مخدوم صاحب ابھی دو منزل ہی گئے تھے کہ انہیں اپنے شیخ کی وفات کی اطلاع ملی انہوں نے حسب الحکم اپنا سفر جاری رکھا۔

مخدوم صاحب جب بہیا[۱] (ضلع آرہ) کے جنگل سے گذر رہے تھے تو ایک مور کی آواز سن کر ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ انہوں نے اپنا اجازت نامہ اور سامان اپنے بھائی کے سپرد کیا اور خود جنگل میں غائب ہو گئے۔

مخدوم صاحب نے بارہ سال بہیا اور راجگیر کے جنگلوں میں جنگلی پھل اور پتے کھا کر گذارے۔ ایک بار چند لوگوں نے راجگیر کے جنگل میں ان کے مسکن کا کھوج لگا لیا اور وہ کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ان دنوں جنگل کا راستہ پُر خطر تھا اس لئے مخدوم صاحب نے ان سے کہا کہ وہ ان کے پاس آنے کا خطرہ مول نہ لیا کریں وہ خود جمعہ کے روز شہر آجایا کریں گے[۲]۔

مخدوم صاحب ہر جمعہ کو راجگیر جانے لگے۔ ان کے معتقدین نے ان کے آرام کے لئے ایک جگہ چھپر ڈال دیا۔ موصوف نماز جمعہ سے فراغت کے بعد وہاں دو تین دن کے لئے رک بھی جاتے۔ آہستہ آہستہ لوگوں نے خانقاہ بنائی۔ اور حضرت نظام الدین اولیاء کے مریدوں نے انہیں زبردستی مسند پر بٹھا دیا[۳]۔ یہ ۷۲۴ھ ۱۳۲۴ء کا واقعہ ہے۔

خانقاہ میں قیام کے بعد انہوں نے عوام کی رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور چھپن برس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مخدوم صاحب ۶ شوال ۷۸۲ھ ۵ جنوری ۱۳۸۱ء کو بعمر ۱۰۸ سال فوت ہوئے۔ اگلے روز مخدوم شرف جہانگیر سمنانیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مخدوم صاحب کے مریدوں اور خلفاء کی تعداد کافی ہے۔ ان کے مریدوں نے ان کے ملفوظات کے کئی مجموعے مختلف عنوانات کے تحت مرتب کئے ہیں جن سے اس دور کے رسم و رواج، تہذیب و تمدن، خانقاہی زندگی اور عوام کے رجحانات پر روشنی پڑتی ہے۔

زیر نظر مجموعہ ملفوظات، جو معدن المعانی کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت کے ایک مرید زین بدر عربی نے ترتیب کیا ہے۔ فاضل مرتب یمن کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان کی زندگی اپنے شیخ کے آستانے پر ہی گذری ہے

۱۔ بہیا (BIHIYA) آرہ سے مغل سرائے کی طرف جاتے ہوئے آرہ سے اکیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ای۔ آئی۔ ریلوے کا اسٹیشن ہے ۲۔ ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت ج ۳ ص ۱۹۹ ۳۔ ایضاً

ما نقدِ عمر صرف رہ یار کردہ ایم کارے کہ کردہ ایم ہمیں کار کردہ ایم

معدن المعانی کے علاوہ زین بدر عربی نے خوانِ پر نعمت کے عنوان سے بھی مخدوم صاحب کے ملفوظات کا ایک اور مجموعہ مرتب کیا ہے اسی طرح انہوں نے اپنے مرشد کے مکاتیب بھی جمع کئے ہیں۔

مخدوم صاحب اپنے وقت کے مجدد تھے۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی نے ان کے تجدیدی کارناموں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا تمام کارنامہ یہی نہیں ہے کہ انہوں نے ہندوستانی باشندوں کو خدا کا راستہ دکھایا۔ معرفت الٰہی اور تعلق مع اللہ کی ضرورت و اہمیت دلنشین کی۔ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دلوں میں عشق الٰہی اور خدا طلبی کی حرارت پیدا کر دی اور سلوک و معرفت کے اسرار و نکات اور لطیف و بلند علوم کا اظہار فرمایا بلکہ بعض دوسرے مصلحین امت اور محققین کی طرح ان کا یہ بھی عظیم و روشن کارنامہ ہے۔ کہ انہوں نے بر وقت دین کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ مسلمانوں کے دین و ایمان کو غالی صوفیوں کی بے اعتدالیوں، ملحدین کی تحریفات اور باطنیت و زندقہ کے اثرات سے محفوظ رکھا اور ان مغالطوں کا پردہ چاک کیا جو بد اعتقاد صوفیوں۔ جاہل مشائخ اور فلسفہ و باطنیت سے متاثر اشراقیین کی دعوت سے ہندوستان جیسے دور افتادہ ملک میں جہاں اسلام بہت چکر کاٹ کر پہنچا تھا اور جہاں کتاب و سنت سے براہِ راست واقفیت پیدا کرنے کے وسائل شروع سے کمزور اور محدود رہے ہیں سحر کا اثر رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں ان سب عقائد و خیالات پر ضرب کاری لگائی۔ جس کے پردہ میں یہاں الحاد و زندقہ پھیل رہا تھا۔ اور اسلامی عقائد متزلزل ہو رہے تھے اور اسلام کے عقائد صحیحہ اور اہل سنت کے مسلک کی نہایت مؤثر وطاقت ور وکالت اور تبلیغ کی[1]

صدیق اکبرؓ کا خواب | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ شام گئے ہوئے تھے وہاں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند اتر کر ان کی گود میں آپڑا ہے۔ انہوں نے کسی معبر سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو اس نے کہا کہ نبی آخر الزمانؐ مبعوث ہو چکے ہیں اور ان پر سب سے پہلے موصوف ایمان لائیں گے۔[2]

وعدہ خداوندی ہنوز ایفا نہیں ہوا | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آں حضرتؐ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ مشرق سے مغرب تک تمام عالم میں اسلام پھیل جائے گا۔ یہ وعدہ ہنوز پورا نہیں ہوا[3]

---

[1] سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۳ء ج ۳ ص ۲۹۸ [2] زین بدر عربی۔ معدن المعانی مطبوعہ بہار شریف ۱۸۸۴ء ص ۱۳ [3] ایضاً ص ۱۵

علماء سُوء کی صحیح تعریف | مخدوم صاحب نے ایک مجلس میں علماء سوء کے بارے میں فرمایا:-

علماء سُوء ایشاں را گویند کہ روئے ایشاں [بجان]ب دنیا باشد و پشت بجانب عقبیٰ. یعنی از [تحصیل] علم ایشاں را مراد محض دنیا بود نہ آخرت[۱]

علماء سُوء انہیں کہتے ہیں جن کا رخ دنیا کی طرف ہو اور پشت آخرت کی جانب. وہ تحصیل علم صرف دنیا کے لئے کرتے ہیں آخرت کے لئے نہیں۔

حق تلاوت | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ حق تلاوت سے یہ مراد ہے:

در خواندن قرآن زبان و دل شریک باشند [نصیب] زبان درست کردن حروف است و نصیب عقل [دری]افتن معانی و تفسیر قرآن است و نصیب دل پند [قرآ]ن بدانست و اجتناب نمودن از نواہی و فرمان [بج]ا کردن با مرہائی آن - حق تلاوت ایں بود[۲]

قرآن پڑھنے میں زبان اور دل دونوں شامل ہوں۔ زبان کا کام حروف کی صحیح ادائیگی اور عقل کا کام مطلب سمجھنا اور تفسیر کرنا ہے۔ دل کا کام اسے نصیحت پکڑنا، برے کاموں سے بچنا اور تعمیل احکام ہے۔ حق تلاوت اسے ہی کہتے ہیں۔

قاری زین الدین | سلطان شمس الدین حاکم بنگالہ مولانا زین الدین کی قرائت کا بڑا معتقد تھا۔ یوں تو [در]بار کے کئی امام تھے اور وہ جہاں ہوتا وہیں کا امام نماز پڑھاتا. لیکن اگر وہاں زین الدین موجود ہوتے تو ان کی [موجو]دگی میں کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ امامت کراتا[۳]

اصول اجتہاد | مخدوم صاحب اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو اس [کا حل] قرآن میں تلاش کریں۔ اگر قرآن میں اس کا حل نہ ملے تو پھر سنت کی طرف رجوع کریں اور اگر وہاں بھی [حل] نظر نہ ملے تو پھر اجماع پر نظر ڈالیں اگر اجماع میں بھی اس مسئلہ کا حل نظر نہ آئے تو پھر اجتہاد کریں۔[۴]

مرید کے لئے ہدایات | مرید کے قلب پر اگر کوئی واردات گذرے تو وہ سب سے پہلے اپنے پیر سے [اس کا] ذکر کرے۔ اگر پیر موجود نہ ہو تو جو شخص اس کی جگہ سجادہ پر بیٹھا ہو اور ان امور سے واقفیت رکھتا [ہو اس] سے ذکر کرے۔ اسے چاہئے کہ کسی اجنبی سے اپنی واردات قلبی بیان نہ کرے اور قرآن کی طرف رجوع [کرے] وہاں سے پتہ چل جائے گا کہ اس کا کشف رحمانی ہے یا شیطانی۔ اگر قرآن سے پتہ نہ چلے تو پھر سنت [کی طرف] رجوع کرے۔ کہ یہی معیار حق ہے[۵]

تدوین قرآن | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تدوین اس ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب سے [لوح] محفوظ پر مرقوم ہے۔ اس کی ترتیب نزول کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ جیسا موقع ہوتا تھا ویسی ہی

---

[۱] بدر عربی: معدن المعانی، مطبوعہ بہار شریف ۱۸۸۴ء ص ۲۳ [۲] ایضاً ص ۴۳ [۳] ایضاً ص ۴۴ [۴] ایضاً ص ۴۶ [۵] ایضاً ص ۴۶

آیات نازل ہو جاتی تھیں۔[۱]
مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی قرآن کی ترتیب
درست ہو گئی تھی۔[۲]
حضرت اپنے احباب کو یہ مشورہ دیا کرتے تھے کہ قرآن حکیم کے بوسیدہ اوراق دفن کر دینے چاہئیں۔

صحابہ کرام | مخدوم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کرام پر زبان درازکرنی روا نہیں ہے۔ اسی طرح ا
یا بدعت کو ان کی طرف منسوب کرنا بھی جائز نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ معصوم عن الخطا نہیں تھے۔
مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ علم و فضل، زہد و ورع، توکل اور ہر لحاظ سے تمام مسلمانوں
افضل ہیں۔ ان میں یہ صفات نبی کریمؐ کی نظر سے پیدا ہو گئی تھیں۔[۳]

معراج النبی اور عقیدہ اہل سنت | مخدوم صاحب نے ایک مجلس میں واقعہ معراج پر گفتگو فرماتے ہوئے
کہا کہ آں حضرت کو معراج بیداری کے عالم میں جسم کے ساتھ ہوا تھا۔ لیکن معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔
بعض لوگوں کے نزدیک واقعہ معراج کا منکر کافر ہے۔ بعض کے نزدیک وہ کافر نہیں۔ لیکن مبتدع ضر
حق بات یہ ہے کہ مسجد الحرام سے بیت المقدس تک کے معراج کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔
بیت المقدس سے آسمان تک معراج کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ معراج کے اس حصہ کا ذکر صرف "ا
حدیثوں میں آیا ہے۔ اور "احاد" کا منکر کافر نہیں ہوتا۔[۴]
اسی مجلس میں جامع ملفوظات مولانا زین بدر عربی نے سوال کیا۔ "کیا حضورؐ نے خدا کو دیکھا تھا؟" اس
مخدوم صاحب نے فرمایا کہ طبقہ صوفیہ اور ان کے بڑے بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ حضورؐ نے خدا کو نہیں دیکھا۔
ہی کوئی شخص اس دنیا میں خدا کو دیکھ سکتا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔
من زعم ان محمداً رأی ربہ فقد کذب[۵]۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ محمد مصطفیؐ نے اپنے رب کو دیکھا
وہ جھوٹ بولتا ہے۔
مخدوم صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اہل سنت کی اکثریت کا عقیدہ حضرت عائشہؓ کے قول پر ہے۔ جو لوگ ا
ابن عباسؓ۔ انس بن مالکؓ اور اسماءؓ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے خدا کو دیکھا تھا، وہ کہتے ہ
حضورؐ کے لئے خاص تھا۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کے لئے خلت۔ حضرت موسیٰؑ کے لئے ہم کلامی۔ اور حضورؐ ک
رویت۔ لیکن اہل سنت کے لئے اکثریت اس عقیدہ کے خلاف ہے۔ لیکن اس عقیدہ کے حامل کو کافر یا بدعتی نہ
کیونکہ یہ خطا ہے۔[۶]

۱؎ زین بدر عربی۔ معدن المعانی مطبوعہ بہار شریف ۱۸۸۴ء ص ۵۳ ۲؎ ایضاً ۳؎ ایضاً ص ۵، ۳۰ ۴؎ ایضاً ص ۳، ۵؎ ا
۶؎ ایضاً

عقیدہ اہل سنت | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق میں افضل ترین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے بعد انبیاء کرام کا مقام ہے۔ انبیا کرام کے بعد بنی نوع انسان میں امت محمدیہ سب سے افضل ہے اور امت محمدیہ میں سب سے اونچا درجہ ابوبکر صدیقؓ کا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا مقام ہے۔ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کا درجہ ہے۔ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کا رتبہ ہے۔ یہ مراتب بیان کرنے کے بعد مخدوم صاحب نے فرمایا۔ ایں است مذہب اہل سنت وجماعت[1]

مخدوم صاحب کے شجرۂ طریقت میں حضرت علی رضا۔ موسیٰ کاظم۔ جعفر صادق۔ محمد باقر۔ زین العابدین۔ حضرت حسینؓ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے نام آتے ہیں[2] اس کے باوجود وہ تفضیل کے قائل نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ | مخدوم صاحب ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو "فقیہۂ امت" کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ان سے آدھا دین ہمیں ملا ہے۔ وجوب غسل کے مسئلہ پر ان کا فتویٰ تمام صحابہؓ نے تسلیم کیا ہے۔ ان کے اس فتویٰ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ اب اگر کوئی وجوب غسل کا قائل نہ ہوگا تو وہ اسے سزا دیں گے[3]

عاشق رسولؐ کی وصیت | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ نے اپنے مرنے سے پہلے یہ وصیت کی کہ اسے گنبد خضرا سے باہر آں حضورؐ اور شیخین کریمینؓ کے قدموں میں دفن کریں اور اس کی قبر پر جو کتبہ لگائیں اس پر یہ عبارت کندہ کرائیں۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید[4]

امامت کی اجرت | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ اب یہ رواج ہوگیا ہے کہ ائمہ مساجد تنخواہ لینے لگے ہیں اور وہ ہر ماہ ایک مقررہ رقم اجرت کے طور پر وصول کرتے ہیں۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ "امامت باجر معین مکروہ ہست"[5]

انگوٹھے چومنے کا مسئلہ | کسی شخص نے اذان میں حضور نبی کریمؐ کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو مخدوم صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے کسی کتاب میں اس کے جواز کے بارے میں نہیں پڑھا اور جو کتابیں ان کے پاس ہیں ان میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں آیا[6]

---

[1] زین بدر عربی۔ معدن المعانی مطبوعہ بہار شریف ص ۸۲-۸۳ [2] ایضاً ص ۱۹۵ [3] ایضاً ص ۸۰ [4] سورہ کہف میں اس مضمون کی جو آیت ہے وہ یوں ہے: وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید [5] ایضاً ص ۱۰۳
[6] ایضاً ص ۱۱۶

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا ضیاء الدین سنامی محدث بھی تھے اور مفسر بھی۔ ایک روز ان کے وعظ میں مخدوم صاحب بھی شریک تھے۔ اتفاق سے کسی شخص نے ان سے انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کتابوں میں تو یہ مسئلہ کہیں نظر نہیں آیا۔

نماز میں صحیح تلفظ | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا قیام الدین نے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں مرقوم ہے کہ جو شخص سمع اللہ لمن حمدہ میں ہ نہیں پڑھتا اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے[۱]۔

طالبوں کی اقسام | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ طالبوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ طالب دنیا۔ وہ دنیا کا چاکر ہو کر رہ جاتا ہے۔

۲۔ طالب عقبیٰ۔ وہ عقبیٰ کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔

۳۔ طالب مولیٰ۔ دنیا اور عقبیٰ دونوں اس کے چاکر ہو جاتے ہیں

ویدانت کا اثر | ایک روز مخدوم صاحب اپنے مریدوں کے جلو میں تشریف فرما تھے کہ ان کے فرزند نے آکر یہ اطلاع دی کہ ایک شخص سر کے بل کھڑا تلاوت کر رہا ہے۔ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ اس طریق کو "کاغ" کہتے ہیں اور یہ جوگیوں کا طریقہ ہے۔ شیخ تمیمی ایک بزرگ ہو گذرے ہیں وہ رات کو سر کے بل کھڑے ہو کر قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے[۲]۔

اللہ کا ذکر سپر ہے | مخدوم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا ذکر مریدوں کے لئے تلوار کا حکم رکھتا ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور اپنے اوپر نازل ہونے والی آفات سے بچتے ہیں[۳]۔

مرید کی صفات | حضرت فرماتے ہیں کہ مرید اسے کہتے ہیں جو قولاً، فعلاً، قلباً اور قالباً اپنے پیر کی متابعت کرے۔

قولاً سے مراد یہ ہے کہ وہ دین کے اصول و فروع میں اپنے پیر کی مطابعت کرے۔

فعلاً کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی بھی دینی یا دنیاوی کام اپنے پیر کے حکم کے بغیر نہ کرے۔

قلباً سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ وہ اپنے دل کو تمام مذموم صفات سے پاک کرے جیسا کہ اس کے پیر نے کیا۔

قالباً سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ اپنے حواس و جوارح کو معصیت سے پاک رکھے جیسا کہ اس کے پیر نے کیا۔

جو شخص ان چار اصولوں پر عمل کرتا ہے اسے مرید کہتے ہیں[۴]

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ کئی مرید ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے پیر کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتے ہیں کہ انہیں کچھ بتانے یا سکھانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے پیر کو جو کام کرتے دیکھتے ہیں اس پر عامل ہو جاتے ہیں۔

---

[۱] معدن المعانی ص ۱۱۷ [۲] ایضاً ص ۱۱۸ [۳] ایضاً ص ۱۴۹ [۴] ایضاً ص ۱۵۶

ایسے مرید کو چاہئے کہ وہ ہر وقت مشغول رہے اگر وہ نفل ادا کرتے کرتے تھک جائے تو بیٹھ کر تلاوت شروع کردے اور اگر تلاوت سے بھی جی اکتا جائے تو ذکر شروع کردے۔ مرید کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تزکیہ وتصفیہ سے قبل کوئی عمل اختیار نہ کرے۔[۱]

صوفیوں میں بیعت کی ابتدار | حضرت فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں حلق، قصر اور بیعت اس طرح سے نہیں ہوتی تھی جیسی اب ہوتی ہے۔ یہ طریقہ حضرت جنید بغدادی کی اختراع ہے۔[۲]

حضرت نظام الدین اولیاؒ کسی کو مرید کرتے وقت مروّجہ طریقہ پر بیعت نہیں کرتے تھے وہ مرید کے سر پر ٹوپی اوڑھا دیتے تھے اور اسے ہی کافی سمجھتے تھے۔[۳]

حضرت رکن عالم کا امتحان | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت رکن عالمؒ پہلی بار دہلی تشریف لائے تو علماً نے ان کی قابلیت جانچنے کے لئے بزدوی سے پانچ مشکل سوال دریافت کئے۔ حضرت نے ان کا تسلی بخش جواب دیا اور رونے لگے۔ حاضرین نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ زمانۂ طالب علمی میں جب وہ بزدوی پڑھ رہے تھے تو استاد نے ان ہی پانچ مسائل پر تقریر کی لیکن موصوف کے پلّے کچھ نہ پڑا۔ حضرت نے ادھر ادھر دیکھا تو ان کے والد بزرگوار حضرت صدرالدین عارفؒ ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ حضرت صدرالدین نے انہیں اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور ایک جگہ لے جاکر وہ مسائل انہیں اچھی طرح سمجھا دئے۔ اس کے بعد حضرت عارف فرمانے لگے کہ وہ ان مسائل کو اچھی طرح یاد کرلیں۔ ایک روز ان کی ضرورت پڑے گی۔ حضرت رکن عالم فرماتے ہیں کہ وہ مدت سے اس موقع کے منتظر تھے، تیس برس انتظار کے بعد یہ موقع ہاتھ آیا ہے۔[۴]

عصمت انبیار | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام اپنی بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد دوسرے تمام لوگوں سے عارف ہوتے ہیں۔[۵]

صحبت صالح | مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ صالح لوگوں کے ساتھ صحبت عبادت میں مشغول رہنے سے افضل ہے۔[۶]

حفظان صحت | مخدوم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ٹوٹی ہوئی کنگھی سے بال بنانے سے غربت بڑھتی ہے۔[۷]

آپ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ دو آدمی ایک کنگھی استعمال نہ کریں۔ اور ایک کپڑے سے ہاتھ منہ نہ پونچھیں۔[۸]

سیر و سیاحت کے فوائد | زین بدر عربی اس پر شاہد ہیں کہ دہلی تک سے لوگ مخدوم صاحب کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ سیر و سیاحت کے بارے میں حضرت اپنے معتقدین سے کہا کرتے تھے۔ در سفر فوائد و معانی بسیار است۔[۹]

---

۱ معدن المعانی ص ۱۰۲ ۲ ایضاً ص ۱۶۴ ۳ ایضاً ۴ ایضاً ص ۱۸۹ ۵ ص ۲۲۶ ۶ ص ۲۹۲ ۷ ص ۲۴۲ ۸ ص ۲۲۶ ۹ ص ۳۲۴

اشاعت اسلام | ایک دن ایک درویش نے مخدوم صاحب سے کہا کہ ان کی برکت سے یہاں (بہار میں) اسلام کا غلبہ ہوجائے گا۔ اور مسلمان قوت پکڑ لیں گے۔ حضرت نے فرمایا

ہرچہ از زبان درویشاں رود ہمچناں شود[1]

مخدوم صاحب کا ذوق مطالعہ | ملفوظات میں تذکرۃ الاولیاء۔ ترغیب الصلوٰۃ۔ شرح تعرّف۔ لوامع قاضی حمید الدین ناگوری۔ اداب المریدین۔ وصیت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی۔ مختصر عقیدہ نسفی۔ قوت القلوب۔ عوارف المعارف، تمہیدات عین القضاۃ۔ کنز المسائل۔ فوائد الفواد۔ روضۃ العلماء احیاء العلوم۔ مکتوبات عین القضاۃ۔ روح الارواح اور تفسیر امام زاہد کا بار بار ذکر آتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں مخدوم صاحب کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ اور بہار جیسے دور افتادہ علاقے میں موجود تھیں۔

اسی طرح ملفوظات میں جا بجا اشعار ملتے ہیں۔ جن سے مخدوم صاحب کے ادبی ذوق کا پتہ چلتا ہے معدن المعانی کی ابتدا میں مخدوم صاحب نے جس انداز سے صفات باری تعالیٰ پر گفتگو فرمائی ہے یہ انہی کا حصہ ہے

---

[1] معدن المعانی ص ۴۷۲

بقیہ از ص ۴۴ مذاہب اہل کتاب

جن کے بڑے مدلل اور مسکت جوابات مصنف نے دیئے ہیں اور حوالے بھی عیسائی مصنفین اور کتب کے ہیں۔ چنانچہ یہ حصہ خاصا دلچسپ اور معلومات افزا ٹھہرتا ہے کہ اس میں کئی نزاکتہ اٹھائے گئے نکات کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ اگر انصاف اور معقولیت سے غور کیا جائے تو مزید انگشت نمائی اور نکتہ چینی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

کتاب کے آخر میں "اشاریہ" اور "کتابیات" کی شمولیت نے اس کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔

بلاشبہ یہ کتاب مطالعہ ادیان کے شائقین کے لئے ایک گراں قدر تحفے کی حیثیت رکھتی ہے! امید واثق ہے کہ یہ تحفہ اس سمت سفر کرنے والوں کے لئے نہایت اہم اور روشن سنگ میل ثابت ہوگا بے جا ضد اور تعصب کا تو کوئی علاج نہیں۔ خلوص اور نیک نیتی سے تلاش حق مقصود ہو تو کئی دروازے کھلے بھی ملیں گے جو کشادہ دل اور پیش رفت کی راہ دکھائیں گے۔ سچائی کے امیدوار اور طلب گار کو اس کتاب کے اوراق میں اپنے دل کی دھڑکنوں کی بازگشت سنائی دے گی اور حقیقت کی منزل کا مسافر پکار اٹھے گا کہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے